ایک آیتِ قرآنی

جناب نعیم صدیقی صاحب

اس وقت گفتگو کا محور سورۃ انعام کی پچاسویں آیت ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ وہ ایک بات صاف صاف طور پر لوگوں سے کہہ دیں۔

آیت کے الفاظ یہ ہیں:-

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝

اے پیغمبر! کہہ دیجیے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ اور نہ میں غیب جانتا ہوں، اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔ پھر ان سے پوچھو: کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا غور نہیں کرتے؟

اس آیت کا مضمون واضح کرنے سے پہلے دو باتیں بیان کرنا ضروری ہیں۔

ایک یہ کہ خدا کے رسولوں اور نبیوں کے متعلق شروع سے ایک خیال یہ موجود رہا ہے کہ انہیں عام انسانوں کے مقابلے میں جسمانی اور مالی لحاظ سے غیر معمولی توفیقیں حاصل ہونی چاہئیں، جنہیں دیکھتے ہی ہر شخص جان لے کہ فلاں آدمی خدا کا خاص آدمی ہے اور خدا کی طرف سے پیغمبری پر

مقرر کیا گیا ہے۔

دوسری بات یہ کہ رسولوں کی اصل دعوت پر عقلی اعتراضات اُٹھانے کے بجائے مخالفین نے بالعموم کٹ حجتیوں سے کام لیا ہے۔ اصل بحث تو اس پر ہونی چاہیے تھی کہ جو دعوت دی جا رہی ہے وہ دعوتِ حق نہیں ہے، اس کی بنیاد واضح حقائق پر نہیں ہے، وہ اچھے انسان نہیں بناتی، وہ اخلاق کی سطح کو بلند نہیں کرتی، وہ تمدن و معاشرت کی گتھیوں کو سلجھا نہیں سکتی۔ وہ انسانی فلاح و بہبود کا ذریعہ ثابت نہیں ہو رہی۔ لیکن اس بحث سے ہٹ کر مخالفینِ دینِ حق طرح طرح کے نکتے چھانٹتے تھے۔ اور غلط مبحث کرتے تھے۔ ایسی ہی کٹ حجتی تھی جس کے جواب میں سورۃ الانعام کی آیت ۵۰ نازل ہوئی۔ اور قرآن کے دوسرے مقامات میں یہی مضمون مختلف شکلوں میں ملتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام ہدایت کو سُن کر مخالفین چہ می گوئیاں کرتے تھے، اُن کا ایک طرزِ فکر یہ تھا کہ:۔

وَأَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا هَلْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۖ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ۝

الانبیاء۔۳۱۔

یہ ظالم لوگ خفیہ طور پر آپس میں چہ می گوئیاں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ شخص بس تمہاری طرح کا ایک انسان ہی تو ہے۔ پھر کیا تم جادو کا شکار ہو رہے ہو؟ حالانکہ سب کچھ دیکھ رہے ہو؟

مطلب یہ تھا کہ خدا کے اس نبی کا جسم ہماری ہی طرح کا ہے۔ ہماری ہی طرح کی اس کی ضروریات ہیں، ہماری ہی طرح کی اس کی تکالیف ہیں۔ پھر اسے نبی ماننے کے معنی یہ ہیں کہ ہم لوگ دیکھتے سمجھتے مسحور ہو رہے ہیں۔

اس کا جواب یوں دیا گیا:۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ (الانبیاء۔ ۶)

اور ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول نہیں بھیجے، مگر یہ کہ وہ آدمی تھے، جن پر وحی کی جاتی تھی۔

اِس جواب کی تکمیل آگے کی آیت نمبر ۸ میں یوں کی گئی ہے:

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ (انبیاء ۸)

اور ہم نے ان کو ایسے وجود نہیں دیئے کہ وہ کھانا کھانے سے بے نیاز ہوں اور نہ وہ ہمیشہ کی دُنیوی زندگی رکھتے تھے۔

سورۂ الفرقان میں مخالفین کی بات ذرا کھول کر بیان کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو آیت ۷ اور ۸۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ أَوْ يُلْقٰٓى إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّأْكُلُ مِنْهَا ۭ

اب پوری بات کھل گئی۔ "ان کا کہنا یہ تھا کہ یہ رسول کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں آتا جاتا ہے۔ کیوں نہ اس کے لیے کوئی فرشتہ بھیجا گیا کہ وہ اُس کا محافظ ہوتا، یا اس پر کوئی خزانہ اُتار دیا گیا ہوتا، یا اُس کے لیے کوئی ایسا باغ ہوتا جس کی پیداوار وہ کھاتا۔"

یعنی مطلب یہ کہ جو خدا کا رسول ہو، اُسے جسمانی ضروریات نہیں ہونی چاہئیں، اُسے خوراک کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔ اس کے لیے کوئی فرشتہ بطور چوبدار مقرر ہونا چاہیے، جو اُس کے آگے ڈنڈا لیے ہٹو بچو کی آواز لگاتا ہو کہ لوگو ایک طرف ہو جاؤ، خدا کا رسول آرہا ہے، یا اس کے لیے کسی خزانے کا انتظام کیا جاتا کہ وہ معاش کی مصیبتوں میں نہ پڑتا، یا نہیں تو اُس کے لیے کوئی باغ ایسا فراہم کر دیا جاتا جس کی پیداوار اور آمدنی سے وہ بغیر کسی تگ و دو کے زندگی کی ضرورتیں پوری کرتا۔

اِن باتوں کے علاوہ وہ اپنی چہ می گوئیوں میں یہ بحث بھی اُٹھاتے کہ یہ شخص خدا کا رسول ہوتا تو اسے غیب کے سارے احوال معلوم ہوتے، یہ بتاتا کہ کل کیا ہونے والا ہے؟ کسی کے ہاں اولاد ہوگی یا نہیں؟ اولاد ہوگی تو وہ لڑکا ہوگا یا لڑکی؟ یہ نہیں بتا سکتا کہ ہم نے رات کیا کھایا تھا اور ہمارے گھروں میں کیا محفوظ پڑا ہے؟ اگر یہ خوبیاں نہیں ہیں تو کوئی شخص خدا کا رسول

کیسے ہو سکتا ہے۔

اسی کا جواب سورہ انعام کی آیت ۵۰ میں دیا گیا ہے۔ خدا اپنے رسول کو ہدایت کرتا ہے کہ لوگوں سے کہہ دیجیے کہ میرا دعویٰ نہیں ہے کہ میرے قبضے میں اللہ کے خزانے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ مجھے غیب کا علم ہے اور نہ میں اپنے آپ کو فرشتہ قرار دیتا ہوں، بلکہ میرا امتیاز یہ ہے کہ جو کچھ وحی کیا جاتا ہے اس کی پیروی کرتا ہوں۔ آگے متصلاً ایک ارشاد یہ آتا ہے کہ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ؟ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتے ہیں۔ یعنی ایک تم ہو کہ جن کے پاس اپنے جی سے گھڑی ہوئی باتوں کے سوا کچھ نہیں، ایک میں ہوں کہ جسے وحی کی روشنی میں ہدایت کا راستہ معلوم ہے پھر کیا تم اور میں برابر ہو سکتے ہیں۔ یعنی انسان ہو کر بھی ہم میں بڑا فرق ہے۔ ایک ہدایت سے محروم ہے اور ایک ہدایت یافتہ اور دوسروں کو ہدایت دینے والا ہے۔

ایسا ہی جواب سورۂ ہود کی آیت ۳۱ میں ہے۔ مگر وہ جواب جو سورہ الاعراف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان مبارک سے دلوایا ہے وہ سورۂ انعام کی آیت کو اور روشن کر کے دیتا ہے۔ فرمایا:

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

الاعراف - ۱۸۸

اے نبی ان سے کہہ دو کہ میں اپنی جان کے نفع نقصان پر اختیار نہیں رکھتا سوائے اس کے کہ جو کچھ اللہ چاہے۔ اور اگر میں غیب کو جانتا تو ضرور منفعتوں کو سمیٹ لیتا۔ اور مجھے کوئی تکلیف لاحق نہ ہو سکتی۔ مگر میں تو صرف ایمان لانے والے گروہ کے لیے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔

صاف واضح کر دیا کہ دنیوی لحاظ سے اپنے نفع نقصان یا آرام اور تکلیف پر قابو نہیں رکھتا۔ میں غیب نہیں جانتا ورنہ ہر خرابی سے بچ نکلتا۔ اور تمام فائدوں اور آراموں کو جمع کر لیتا۔ مخالفوں کے مغالطے کو رفع کرنے کے لیے اور زیادہ جامع بات حضورؐ سے کہلوائی گئی۔ سورۂ یونس

کی آیت ۶۵ میں ہے کہ:۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ .....

ترجمہ یہ ہے کہ: اللہ کے سوا زمین و آسمان میں کوئی بھی غیب کا علم نہیں رکھتا۔

مگر اس نفی کے ساتھ ایک اثبات بڑا واضح ہے۔ قرآن میں جابجا اس طرح کا کلام بھی ملتا ہے:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ۔ (آل عمران۔۴۴)۔ (سورہ یوسف ۱۰۲)۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ۔ (ھود۔۴۹)

بلکہ بات کو اگر پھیلا کر سامنے رکھا جائے تو سارا قرآن علمِ غیب کا ایک دفتر ہے۔ اللہ نے جو بھی علمِ غیب اپنے رسولؐ کو دیا ہے یا وہ وحی کی شکل میں ہے جو قرآن میں محفوظ ہے، یا پھر وہ مشاہدات کی شکل میں ہے، جیسے جبریل کی ملاقات، جنوں کی حاضری، سفرِ معراج کے حقائق۔ تیسری شکل مستقبل کے احوال کی پیش گوئیوں کی ہے۔ یہ ساری چیزیں حضورؐ کی احادیث میں آگئی ہیں۔ خدا کی طرف سے جو بھی علمِ غیب حضورؐ کو دیا گیا۔ وہ اصلاً ہدایت اور دین کا علم تھا۔ اور اس علم کے متعلق حضورؐ نے خدا کے اس فرمان کو پورا کیا۔ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ۔

آخر میں سورۂ انعام کی پچاسویں آیت کے متعلق ہم اسی حقیقت کو دوہراتے ہیں کہ خدا اپنے انبیاء کو ایک تو غیر انسانی اوصاف کے ساتھ نہیں بھیجتا، دوسرے اُن کے لیے نہ چتر کے انتظامات ہوتے ہیں، نہ فرشتے عوالداری کے لیے مقرر ہوتے ہیں۔ تیسرے ان کو امتیازی طور پر خزائن یا دولت کے وسائل نہیں دیے جاتے۔ چوتھے اُن کو وحی اور مشاہدات کے علاوہ کوئی اور علمِ غیب نہیں دیا جاتا۔ جس کی اُن کے منصب کے لیے ضرورت نہ ہو۔ خدا کا یہ قانون نہیں کہ وہ کسی مخلوق پر غیر ضروری بار ڈالے۔

استغفر اللہ لی ولکم اجمعین